© rasailojaraid.com

اصل تصنیف شاہ ولی اللہؒ

املاء مولانا عبید اللہ سندھیؒ

ترجمۂ خیر کثیر

چوتھا خزانہ

نشأت عمومیہ اور نشأت کمالیہ کے کُلی طور پر ہونے کے بیان میں

فنا فنا سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا وہ درجہ جو ہر موجود کی کنہ میں داخل ہے، پھر ہر موجود کا اس کی طرف رجوع کرنا۔ تو اس واحد اَحد کے سوا اور کوئی چیز باقی نہ رہے اور اس کے ماسوا ہر چیز اس کے انوار الوجہ میں ہلاک ہو جائے، پھر وہ خود بخود موجود ہو یہاں تک کہ اس کے مالک بن جائے اور اس میں تاثیر اس علاقہ سے ہو کہ علم اور وجود کا ربط ازلی ہے، علم فعلی سے پیدا ہو تو صبغۃ اللہ سے ایسے رنگین ہو جائے جیسے کہ لوہے سے جو شیشہ بنایا جائے وہ سورج کے رنگ سے رنگا جاتا ہے سورج کی صورت منطبع ہونے کے بعد تو اس سے احراق کا فعل صادر ہوتا ہے اور اس کا آئینہ ہونا بھی قائم رہتا ہے۔ جو احراق اس پر فائض ہوتا ہے وہ لباس نکارت پہن لیتا ہے۔

صفا صفا سے ہماری مراد یہ ہے کہ وہ ایک طرح کا انعکاسی نُور ہے بشرطیکہ اپنی شکل نہ بدلے مگر موطنِ علم میں، اس کی مثال ہے شراب کی جب کہ اسے صاف کیا جائے اگرچہ کئی بار ہو اس کی خمریت اپنے حال پر قائم رہتی ہے اور جب اس میں نمک ڈال دیا جائے تو سرکہ بن جاتی ہے شراب نہیں رہتی۔ فنا مقبول سے مراد وہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فنا ہے جو نورِ نبوت سے جمع ہو جائے اور مردود وہ ہے جو جمع نہ ہو۔

طبقاتِ نورِ نبوت ہمارے نزدیک نورِ نبوت کے چار طبقے ہیں:

۱۔ ایک وہ ہے جو حکماء کے لیے میسر ہوا ان کی فطری حیثیت سے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ تمام تمثلات ان کی عین ثابتہ کے ماتحت مقہور ہیں اور وہ اپنے علوم میں، عبادات میں، عادات میں خیر بحت ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ ناطقہ کا جو رنگ تھا اس سے ایک آدمی کے نفس کا انصباغ، یہ اس لیے ہے کہ جو شخص اپنی معرفت میں پورا ہو وہ اپنی ہدایت تمام مخلوق پر شامل دیکھتا ہے۔ کوئی اس ہدایت کو فطری طریقہ سے حاصل کرتا ہے اور کوئی کسی طریقہ سے، تو کوئی تمام المعرفت شخص نہیں ہوگا مگر اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس نہیں ہوں گے اور اسی سبب سے شیخ اکبر تمام اولیاء میں علمی وسعت زیادہ رکھتے ہیں۔

۳۔ ایک شخص کے نفس کا انصباغ طاعات اور سنن کے رنگ سے، اس کا سبب وہی ہے جو تو جانتا ہے کہ فرائض کے لیے تو انصباغ فطری ہوتا ہے اور سنن کے لیے ایک خاص قسم کا تحقق ہے جب کہ ان کی کسی جزئی سے کوئی معصوم (انسان) متلبس ہو پھر اس کا رنگ کلی کو رنگ دے اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار معصوم ہونے کے احق العباد ہیں۔ اس طرز کی تاثیرات سے اصحاب طرق متلبس ہوئے جیسے غوث اعظم، شیخ سہروردی، نجم کبریٰ، شیخ بہاء الحق والدین بلکہ شیخ ہروی (شیخ الاسلام عبید اللہ انصاری)، المہنی[۱] اور جامی[۲]۔

---

[۱] شیخ ابو سعید ابو الخیر ماوراء النہر کے عالم تھے، وفات ۴۴۰ھ، غلطی سے اسے مہانی لکھا گیا ہے۔ منہ

[۲] یعنی شیخ الاسلام احمد الجامی، ان کی وفات ۵۳۶ھ میں ہوئی۔ یہاں جامی سے مراد شیخ عبد الرحمٰن نہیں ہیں جو نویں صدی کے عالم ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہم۔ منہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۴- وہ نسبت ہے جو صحابۂ کرام کو حاصل ہوئی اور اس کی تفصیل آگے آئے گی۔

ہم نے فنا مقبول کے ساتھ یہ شرط لگادی کہ وہ نور نبوت کے ساتھ مقترن ہو اس لیے کہ ہر موجود کے لیے چاہے وہ حق ہو یا باطل حضرت الوجود کی طرف ایک نسبت خاصہ حاصل ہے اور فنا اس نسبت کے تمثلات میں سے ہے۔

"صفاء حسن" جس شخص کو حاصل ہو گی اس کی صفت ہے کہ وہ مطیع ہوگا، اپنی تمام قوتوں کو جمع کر کے صاحب الشریعۃ کی تقلید کرے گا، اس کے نور سے منسوب ہوگا۔ عادتِ تشریعیہ میں مشاعر کی صفائی پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اس کے لیے قانون بنائے جاتے ہیں، اور صفائی جو مجرد ہے اس کو لغو قرار دیا گیا ہے اس لیے کہ اس کے لیے تحقق ثابت نہیں ہے۔ اگر کوئی اس کی تفصیل دیکھنا چاہے تو وہ بے وقوف طبقہ جو اپنے آپ کو حکیم سمجھتا ہے ان کے خبط کا مطالعہ کرے۔ (یہ تجرد کے سوا کوئی کمال خاطر میں نہیں لاتے اور انسانی ترقی کے لیے کوئی قانون نہیں بنا سکتے)

قرب اور اس کے اقسام

جاننا چاہیے کہ اللہ کے قرب سے ہماری مراد یہ ہے کہ غفلت رفع ہو جائے اور اللہ کی ذات کا حقیقی علم حاصل ہو اگرچہ وہ پس پردہ ہو اور اگرچہ وہ بغیر پورے احاطے کے ہو، ہم یہاں ہر ایک قسم کا علم ارادہ نہیں کر رہے بلکہ وہ خاص علم اور وہ نظر جو اس کی ذات تک نفوذ کرے۔ اس کے سمجھنے کے لیے اس مثال کو سامنے رکھو جیسے ہم نے خزانۂ تاسعہ (نویں) میں بیان کیا ہے کہ ایک جسم مخروطی اور اس کے اندر نگینہ سُرخ۔ اس مثال سے قرب کی دو صفات ذاتی ثابت ہوں گی، ایک تو ذات واجب کی طرف نظر کی تنفیذ، اور دوسرا ایک ایسی چیز کا منعکس ہونا جو واجب کے ساتھ خاص ہے (پس یہ دونوں قرب کے لیے ذاتی ہیں) اور قرب تمام اور کامل وہ تین قسموں میں منحصر ہے (اور یہ اس لیے کہ) ایک شخص اپنے آپ کو علم حضوری سے جانتا ہے تو اس کے ضمن میں وہ ذاتِ الٰہی کے کُنہ کا عالم ہو جاتا ہے اور ایک امر جو واجب کے ساتھ مختص ہے اس راستہ سے اس کی طرف منعکس ہوتا ہے اس کو "قرب نوافل" کہتے ہیں۔ اس کا نام قرب نوافل اس لیے رکھا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے کہ جن چیزوں سے یہ قرب پیدا ہوتا ہے مثلاً توجہ تام اور اس قسم کی اور باتیں وہ ایسی چیزیں ہیں جو فرائض کی جنس سے نہیں ہیں اور چونکہ ان سے قرب حاصل ہوتا ہے اس لیے وہ عبادات تو کہلائیں گی اور جب کہ فرائض نہیں تو نوافل ہوں گی۔

۲۔ یا یہ ہوگا کہ وہ اللہ سبحانہ کو سیدھا (علم کرے) دیکھے۔ اس میں یہ تو ظاہر ہے کہ خالص ذات کا جاننا تو ناممکن ہے تو ضرور وہ امر مجرد کے ضمن میں جانے گا، اگرچہ وہ تجرد اس کے لیے رسمی ہو یعنی اس عالم میں گویا کہ وہ ذات کے تماثیل میں سے ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اسے عین کے ذریعہ سے عطیہ ملے گا تو ضرور ہے کہ عین کے رنگ سے متلون ہو، عین آئینہ کے مثل ہوگی اور چونکہ وہ امر مجرد اسم مطلق کا ظل ہوگا اس لیے جو کچھ عالم تحقق میں ہے اس کو جمع کرے گا اور عین میں ظاہر ہو جائے گا، یہ ہے قرب الفرائض — ان کو قرب الفرائض اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے وہ چیزیں حاصل ہوتی ہیں جو جنس فرائض سے ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اس قرب کا تام ہونا اس تجلی کے لیے تجرد تام کے بعد حاصل ہوگا اور اس کے لیے تحقق کامل ضروری ہے پھر اس کو اسماء ملائکہ سے تصادف ہوگا پھر اس کا کمال ایک نئی نشأت پیدا کرے گا پھر یہ آدمی اسی نظام کا جزء بن جائے گا جو اس کے لیے قرب کیا گیا کہ خیرات کا منبع بنے۔ جب قرب اس درجہ پر پہنچا تو اس کو نبوت کہتے ہیں۔

۳۔ اور یا اس طرح ہو کہ ذاتِ الٰہی کے کنہ کو آدمی جان لے اس کے وجود کے فیضان کے ضمن میں اور کسی کی تخلیط اس میں نہ ہو۔ اس طرح اس کے وجود کو اس کی عین علم حضوری (وغیرہ) کے راستہ سے احاطہ کرے گی اور اس کے عین کو وہ اسم احاطہ کرے گا جو اس کی اصل ہے اور اس اسم کو ذات اللہ المجید العلیم احاطہ کرے گی اور اس کو قرب الوجود کہتے ہیں اور یہ علم بذاتہ تعالیٰ کے ساتھ منحصر نہیں ہے بلکہ اس کو اور غیر کو عام طور پر شامل ہے۔

ہم ان تینوں قسموں کے قرب کی تھوڑی سی تفصیل بتلاتے ہیں:۔ ۱۔ قرب الوجود

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس میں انسان اپنے عین کے نیچے مقہور رہتا ہے اور اس کے ساتھ اس کی بقا ہوتی ہے جیساکہ ازل میں تھا انتہا درجہ کا قرب ذاتی اس کو حاصل ہوتا ہے اس کے بعد قرب الفرائض کی قسمیں پیدا ہوتی ہیں۔ پھر صحابہ کا طریقہ ظاہر ہوا، ان کے عہد کے ختم ہونے پر کمال کے زینے فارغ رہے سوا اہل صفا کے اس میں اور کوئی نہ تھا۔ پھر اس کے بعد اذکیاء نے قرب النوافل کی طرف توجہ کی اور اس کے طریقہ کو پورا کیا۔ ایک ہزار ایک سو ہجرت کے گزرنے کے بعد ایک شخص اس قسم کے کمال کی طرف متوجہ ہوا (اس سے شاہ صاحبؒ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) فکان امام المتقین وعصام الحکماء اور اس کی اللہ سے یہ امید ہے کہ اسے بنا دے خاتم الحکماء المعصومین اور امید ہے کہ اس کی دعا قبول ہو چکی ہے، فضل، اللہ کے ہاتھ میں ہے (یعنی مقدم مؤخر کا یہاں کوئی سوال نہیں ہے) اور یہ اس لیے ہوا کہ یہ شخص شدید الجذب ہے، قوی الانسلاخ ہے، سریع السیر ہے، صحیح النظر ہے۔ پس جب وہ عین ثابتہ کا تفطن حاصل کر چکا اور اس میں مقہور ہونے کا طریقہ اسے سمجھ میں آگیا اس کے اندر سے اسے آواز آئی کہ اسے محکم پکڑ لو اس لیے کہ اس زمانہ میں جو کمال ممکن ہے یہ اس کی انتہا ہے اور یہ سب سے زیادہ صحیح ہے، سب سے زیادہ مطابق واقعہ کے ہوا ہے اور سب سے زیادہ اس کے موافق ہے اس کو اس طرح کچھ واقفیتیں[1] ملیں جو اس کی عین کو اس طرح باقی رکھتی ہیں جیسے کہ وہ ازل میں تھی، اس سبب سے خدا نے اسے سیادت باطنہ اور عصمت اور حکمت سے مالا مال کر دیا۔ والحمد للہ رب العالمین

اور اس کا مبنی وہ علم ہے جس کو ہم نے وحدۃ الوجود کے بیان میں مفصل لکھا ہے جو خصوصیات لازم مرّۃ بعد اُخرای کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے اس شخص کی خصوصیات میں سے ہے کہ اللہ کو اپنے قریب سمجھے اسی عین کے راستے سے جس کے

---

[1] عربی متن میں یہاں "اوییقات" کا لفظ آیا ہے جو کہ تصغیر کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں کچھ اوقات۔ ترجمہ میں واقفیتیں لکھا ہوا ہے۔ غ۔ق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ذریعہ سے اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کو دیکھتا ہے تو یہ شخص اپنی عین کی طرف نظر دوڑائے گا اور اس کی نظر اللہ تک نفوذ کر لے گی اس لیے اس کو عصمت اور وجاہت حاصل ہوگی اور اس مسئلہ کی پوری بات خزانۂ سابعہ (ساتویں) میں آجائے گی۔

قرب النوافل کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے آپ کو حق کے آئینہ میں دیکھے اور آئینے کے رنگ سے رنگین ہو جائے۔ آئینے کے رنگ سے مراد وجوب کا غلبہ ہے، اور اس قرب کا منشا یہ ہے کہ ممکن کا تقرر واجب کے تقرر کی طرف راجع ہے اور علم حضوری اگر بسیط ہو تو تقرر کی تمثال ہے اس لیے ایک آدمی اپنے نفس کو علم حضوری کے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور اپنے علم میں علم باللہ کو مندرج پاتا ہے جیسے کہ نظر عینک کے آئینے سے دور پہنچتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس قرب کا مالک یوں سمجھنے لگتا ہے کہ اس نے اللہ کی ذات کو پالیا۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی کنہ کو پالیتا ہے۔ اس حالت میں کہ وہ نورِ حق میں ڈوبی ہوئی ہے تو اس پر بات مشتبہ ہوجاتی ہے اس شخص کے لیے دو حالتیں ہوتی ہیں ایک حالت وصول تام میں، اس کے لیے سوا اپنے نفس کے بسیط علم کے اور کچھ نہیں ہوتا اور وہی بعینہ بسیط علم اللہ کے متعلق ہوجاتا ہے اس میں نہ تو کوئی تعدد ہے اور نہ تکثر اور ہبوط کی حالت میں اپنے نفس کو حق کی سطوت میں ڈوبا ہوا پاتا ہے اور حق کو اپنے نفس کے اندر معمور جانتا ہے، اسی وقت دو جہتیں پیدا ہوجاتی ہیں۔

اس قرب کے لیے ایک حقیقت ہے اور ایک اس کی صورتیں۔ حقیقت اس کی یہی علم حضوری ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، اور صورتیں یہ ہیں کہ یہ علم واقعہ میں کسی طریقہ سے متمثل ہوجائے۔ اشباح میں سے ایک صورت یہ ہے کہ انسان کو توحید کی معرفت حاصل ہوجائے فکری جولان کے سبب سے۔ تو جس کو حقیقت نصیب ہوئی (یعنی علم حضوری حاصل ہوا) وہ تو راز کے بطن تک پہنچ گیا اور جس کو اشباح میں سے کوئی شئی نصیب ہوئی تو وہ بھی اللہ کا شکر کرے اس نعمت پر جو اس نے اسے دی۔ اسی قرب کے حکم میں داخل ہے کہ انسان میں خودپسندی اور فخر اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادعائے ربوبیت پیدا ہوجاتا ہے اس کی بعض تفاصیل آگے آجائیں گی۔

قرب فرائض وہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی تجلی ہے تیرے عین ثابتہ کے آئینہ میں پھر وہ تجلی عین کے رنگ میں رنگین ہوجاتی ہے یعنی ایک طرح کے تجدد اور ختم ہونے کا لباس پہن لیتی ہے۔ اس موقعہ سے وہ چیز ظاہر ہوئی جسے "قال سیقول، کان سیکون" سے تعبیر کیا جاتا ہے موطن وحی میں۔ اور اس کا مبنی یہ ہے کہ ممکن پیدا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی مختلف تجلیات میں سے ایک تجلی سے تو اس کے لیے کوئی کمال نہیں مگر وہی جو عین ثابتہ نے اس کو دیا ہے، اس کے لیے کوئی ربط نہیں مگر وہی جو عین نے اس کو دیا ہے اس لیے اس کی معرفت باللہ کی انتہا اس قدر ہوگی جو عین نے اس کو دی ہے اور اس قرب کا حاصل کرنے والا یوں سمجھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے "ہم سمت" ہوگیا یعنی ایک سمت میں واقع ہوا اور یہ اس لیے ہوتا ہے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے نفس میں مغمور نہیں ہے لیپنے وجوب کے غلبہ کی وجہ سے اور اس کی نظر آگے کسی پر جا نہیں سکتی بلکہ وہ ابصار کی غایت ہے ان کے لیے یہی دو حالتیں ہیں ۱- حالتِ خروج تام میں تو اس کی صورت بجمیہ مضمحل ہوجاتی ہے اور جو حکم اللہ چاہے وہی ظاہر ہوتا ہے تو اس وقت اس کو علم باللہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ اس کی زبان پر جو چاہے کلام کرتا ہے جیسے کہ شعیب علیہ السلام سے منقول ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قَالَ اللّٰہُ عَلٰی لِسَانِ نَبِیِّہٖ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ (اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبان پر فرمایا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ)۔ ۲- حالت ہبوط کی، اس وقت اس کی معرفت کی انتہا اللہ کے سامنے حضور ہے، اس کی حقیقت ہے اور اشباح ہیں، حقیقت تو یہ عروج ہے جو ہم نے بیان کیا اور اشباح وہ واقعات ہیں جو اس پر دلالت کرتے ہیں۔ اس قرب کے معارف کے اشباح میں عجز اور عبودیت ہے اور تاثیرات میں ضعف۔

یاد رکھو کہ قرب الوجود، قرب الفرائض اور قرب النوافل سب متلازم ہیں یعنی ان میں سے ہر ایک قرب کا مالک دوسرے قرب بھی جمع کرلیتا ہے جب کہ متمیز ہو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن فقط اس قرب کے لیے دیا جاتا ہے جس میں اس کو اضمحلال حاصل ہوا فتعرف

یہ جان لو کہ جب ہم کہیں کہ انبیاء علیہم السلام کو قرب الفرائض حاصل ہوتا ہے قرب الوجود کے بعد اور حکماء کو قرب الوجود حاصل ہوتا ہے قرب النوافل کے بعد، اور اس قسم کی اور جو باتیں ہم کہیں تو ہماری غرض اس سے وہ قسم ہے جس میں اس کو اضمحلال حاصل نہیں ہوا اور فقط[1] اپنی حالت کو کمال تک پہنچنے کے لیے اس پر شامل ہو گئے۔

اور جان لو کہ بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں جن پر لطیفہ خیالیہ یا ادراکیہ غالب ہے یا ان پر تمیز غالب ہے اور پھر ان دونوں کے لیے امر اور حکم حاصل ہے تو اس انسان کے لیے فنا کا درجہ حاصل نہیں ہو سکتا، اس کے لیے صفائی آخری چیز ہے جہاں تک یہ پہنچ سکتا ہے۔

اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر غلبہ ہوتا ہے ان دنیاوی نشأت میں ہونے کے راز کا اس سے ہماری مراد ہے تشخص تو اس کے لیے حکم حاصل ہوتا ہے اور دونوں لطیفے اس کی رعایا میں سے ہیں تو یہ وہ شخص ہے جو اپنی استعداد کے مطابق ولایت کا تقاضا رکھتا ہے۔

اور بعض آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی عین ثابتہ وسیع ہوتی ہے اور صورت انسیہ کمزور ہوتی ہے پس حکم اس صورت کے مطابق ہوتا ہے، فطانت تامہ کے ساتھ ہو تو وہ حکیم ہے اور اگر حکم اس کے لیے نہیں ہے بلکہ اللہ المجید ہے بلا کسی شریک کے تو وہ یا تو نبی ہے یا کامل ہے انبیاء کے طریقہ پر۔

یہ یاد رکھو کہ ہمارا مقصود اس کلام سے ان مزاجوں کی تحدید کرنا ہے جو اصلی طور پر کمال حاصل کرتے ہیں اور جو لوگ دوسرے پر عیال ہیں تو ان کی یہ تفصیل

---

[1] اصل میں ترجمہ اسی طرح ہے لیکن عربی متن کے لحاظ سے صحیح ترجمہ اس طرح ہوگا "فقط تجدد اور اطلاق کی ضرورت کے لیے، اس پر کمال شامل ہے۔" غ۔ ق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں ہے بلکہ ہر ایک مزاج انعکاسی طور پر کمال کو قبول کر سکتا ہے۔

اور جان لو کہ سلف نے قرب الوجود کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ وہ اسے قرب الفرائض کا عین سمجھ گئے ہیں اس لیے کہ حکیم آخر الامر قرب الفرائض حاصل کر لیتا ہے لیکن یہ معلوم رہے کہ اس کا چھوڑ دینا تفتیش حقائق میں ایک قسم کا اہمال ہے، اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ۔

جان لو کہ ان قرب کی قسموں میں سے فضل کلی قرب الفرائض کو حاصل ہے خصوصاً نبوت کو اور اس کے دو سبب ہیں، ایک اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے حکم ہے انبیاء پر اور حکماء تو ان کے لیے اعیان اور اولیاء ان کے دنیاوی وجود کا ہیں یہ تو ہے من حیث المبدأ — دوسرا اس لیے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے انبیاء کے سینوں میں اسم حادث کے ساتھ تجلی فرمائی ہے تو وہی ان کے تمام امور کی سیاست کا مالک ہے اور حکماء کی سیاست کا مالک ہے ان کا قرب ازلی، اور اولیاء کی سیاست کا مالک ہے ان کے دنیاوی وجود کا اللہ میں فنا ہونا۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ : وَاُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ　اس کا معنیٰ ہمارے نزدیک یہ ہے کہ وہ اس جسمانی اور تشبیہی تجلی میں فنا ہو گئے اور ضرور ہے کہ ان کی فنا کا مناط ان کا لطیفہ عنصری ہوگا اس لیے اس عنصری نظام کو توڑنے کے لیے مامور ہوئے تاکہ حقیقت الکمال تک پہنچ سکیں۔

ہم یہ بات تجھے بار بار بتا چکے ہیں کہ ہر ایک فنا ہونے والی چیز کے لیے ضروری ہے کہ ایک طرح کا تحقق ہو یہاں تک کہ نفس اگر انکسار سے پہلے فنا ہو جائے تو اس کے لیے ربوبیت کا درجہ ہے۔

جان لو کہ شیطان نے جب طغیان کیا اور بغاوت کی اور ہمیشہ کی لعنت میں ملوث ہوا تو ہر طرف سے شرور اس کو ہمیشہ لاحق ہونے لگے یہاں تک کہ شرور اس کے کمال کی روح بن گئے، تو جس طرح ملائکہ مقربین کے سینے میں اسم الٰہی تجلی کرتا ہے، اس کے سینے میں شرور نے تجلی کی اور یہ ایک گہرے راز کا نتیجہ ہے اور وہ یہ ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہر ایک معنی جو ایک بن جائے یعنی بہت سی چیزیں وحدت اختیار کر لیں تو اس کو ایک طرح کا قرب حاصل ہو جاتا ہے سلسلۂ انجاس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تو کوئی چیز ایسی نہیں ہوگی جہاں توحدِ معنوی پیدا ہوا ہو مگر اس کی تربیت ضرور کی جائے گی وہ حق ہو یا باطل اور اس لیے اس شیطان سے ایسی چیزیں صادر ہوتی ہیں جن کو شیاطین جزئیہ کہا جاتا ہے، ان میں لمم شیطانیہ ہیں جن کو شیطان تدبیر کرتا ہے، کبھی کلی اور کبھی جزئی، اور شیطان کے لیے ہمارے اس عالم تخلیطی میں کلی سریان کا درجہ حاصل ہے۔ مسئلہ عمیق ہے اس لیے اس پر غور کرو۔

اور جان لو کہ خاتم الاولیاء وہ شخص ہے کہ صورت مزاجیہ کی تخالیط میں خاتم الانبیاء کے مقابل ہو۔ ضروری ہے کہ وہ علمی آدمی ہو۔ اگر اس کی ذکاوت کی شدت نہ ہوتی تو اس تخلیط کے ہوتے ہوئے وہ معرفت ذات کے بحر تک نہ پہنچ سکتا۔

جان لو کہ ہم نے جہاں کہیں جنایت کا لفظ استعمال کیا ہے اس سے ہماری مراد تقدم العلم علی الحال ہے اور حال سے ہماری مراد ہے اس کا وجود فی نفسہ مع قطع النظر عن نشأتہ العلمیہ (یعنی نشأت علمیہ سے قطع نظر کر کے صرف اس کے وجود فی نفسہ کو دیکھا جائے) اور امیت کے لفظ سے ہماری مراد ہے تقدم الحال علی العلم۔ اور ہم اس کے لیے ایک مثال بیان کرتے ہیں، کیا عرب خالص اپنے سلیقہ کے حساب سے نحو اور معانی کو اپنے کلام میں استعمال نہیں کرتا اور وہ اس میں کوئی غلطی نہیں کرتا، جب اس سے پوچھا جائے کہ تو نے مفعول کو کیوں منصوب پڑھا ہے اور فاعل کو کیوں مرفوع پڑھا تو کوئی جواب نہیں دے سکتا باوجودیکہ یہ چیز اس کی طبیعت میں مرکوز ہے (یعنی حال ہے اور علم نہیں) اور نحوی قوتِ ممیزہ سے سب کچھ بیان کر سکتا ہے لیکن وہ عرب کی طرح جلدی استعمال نہیں کر سکتا مگر جب یہ تمیز کی گرہ اس کی کھل جائے اور خالص عربوں کی طرح ہو جائے۔ (یہ علم ہے اور حال نہیں)۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَقَلْبًا خَاشِعًا برحمتک یا ارحم الراحمین۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پانچواں خزانہ

تعینات انبیاء کے مبادی کے بیان،
اور ان کے فطری اور کسبی کمالات کی شرح میں

حکماء کی اصطلاح کے مطابق نبی کے لفظ کی ماہیت اور اس کے اسم کی شرح یہ ہے کہ وہ ایک ایسا شخص ہے کہ جس کی عین ثابتہ جس اسم سے پیدا ہوئی ہے اس سے زیادہ قرب رکھتی ہے بہ نسبت ان تمام اعیان ثابتہ کے جو اس اسم سے پیدا ہوئی ہیں اور ان تمام اعیان ثابتہ کی نسبت وجود اور اعتبارات کو زیادہ جمع کرنے والی ہے اور سب سے زیادہ سبوغ رکھتی ہے جس کی فطرت صورت مزاجیہ سے منسلخ ہے جو اقترابات ثلاثہ سے قرب حاصل کرتی ہے، یہ تین اقتراب وہی ہیں، قرب النوافل، قرب الفرائض اور قرب الوجود، ان تینوں قربوں کے حاصل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ بالاجمال ان کے نتیجہ سے موصوف ہو۔

وہ شخص ہے جس کے وجود کے تماثیل عین، تشخص اور خیال امی ہیں اس میں کوئی جنایت نہیں نہ اس کے لیے کوئی حکم ہے، انما الحکم للہ المجید (حکم صرف اللہ مجید کے لیے ہے) اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس اسم سے اس کی عین میں تجلی فرماتا ہے۔

وہ شخص ہے کہ ملائکہ سے ملحق ہوگیا، ان کا اسم ان کے اسماء پر صادق آتا ہے پھر وہ نئی نشأت میں پیدا کیا گیا جو تمام کمالات کا اجمال ہے۔

وہ شخص ہے جس نے تمام کمالات کسب کر لیے اور اللہ کی طرف راغب ہوا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف شرائع اور زہد وغیرہ وحی کیے۔

وہ شخص ہے جس کا کمال اس نظام عالم کا جزء سمجھا گیا ہے جو خیرات پر مبنی ہے جو ترتیب سے تعلیم شدہ ہے اس کے ذریعہ سے اللہ نے ارادہ کیا کہ شرور کے مادے کو جڑ سے اکھاڑ دے اور لوگوں کو ظلمات سے نور کی طرف لے آئے اس لیے اس کو ایسی شریعت دی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جو واجب الاتباع ہے اور اس کو لوگوں کی ہدایت کا حکم دیا، اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کو حکم دیا جائے کہ ہر اس شخص کو ہدایت کرنے کا جو اس کے ساتھ خود تعلق پیدا کرے اور جو اس سے ہدایت کا طالب ہو۔

انبیاء میں رسول وہ شخص ہے جو کفار سے جھگڑنے پر مامور ہو، ان سے مجادلہ کرے ان کے لیے شرعی قانون بنائے، یہ قانون نیا ہو یا پہلا ہی ان پر لازم کردے۔ یہ ضروری ہے کہ تمام انبیاء سے اس کی عین اقرب باللہ ہو اور وہ علاقہ[1] پر زیادہ وثوق رکھتا ہو۔

ان رسل میں سے اولوالعزم وہ شخص ہے جو نئے شرع کا مالک ہو اور صاف وحی کے ساتھ کتاب لائے۔

ان سب کا اصل طریقہ وہ تجلی ہے جو اس کے ایجاد کے حساب سے نازل ہوئی۔ اس کے وجود کے جتنے ستون ہیں سب پر امیت غالب ہے۔ ان لوگوں میں حکم بلاشریک اللہ کیلئے ہوتا ہے۔ اللہ سبحانہ ان کے سینے میں تجلی فرماتا ہے ایک ایسے اسم کے ساتھ کہ وہ ملون ہوتا ہے عین کے لون سے اور حدوث کے احکام کے ساتھ متلبس ہوتا ہے اس اسم کی قوت سے انکار امر تشریعی وغیرہ منتظم ہوتا ہے ان کے لیے کسب کا کوئی راستہ نہیں، ان کا کسب یہی ہے کہ جس حالت پر وہ پیدا کیے گئے ہیں اس پر جمے رہیں یہاں تک کہ جو کچھ مجمل طور پر ان کے اندر جمع کردیا گیا ہے وہ وسیع ہو جائے ظاہر ہو جائے۔ یہ خلاصہ ہے اس امر کا جس کی طرف امام اہلِ سنت نے اشارہ دیا ہے تاویل کے بطنِ ثالث میں، وہ کہتے ہیں: النبوۃ غیر مکتسبۃ (یعنی نبوت مکتسب نہیں ہے)، انبیاء کی ماہیت یہ ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے۔

جان لو کہ انبیاء کی عین ثابتہ کبھی ایک دوسرے کمال کا تقاضا کرتی ہے نبوت کے سوا تو اس کو بھی وہ حاصل کرلیتے ہیں جیسے کہ اقتراب ملکی ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ

---

[1] اصل میں "اعتلاق" کا ترجمہ بلندی سے کیا گیا ہے، اس کا صحیح ترجمہ "علاقہ" معلوم ہوتا ہے، اس لیے اس کو رکھا گیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والسلام کی نسبت لہ

اقتراب ملکی سے مراد ہے نظام مرتب اور کمالات کا عالم ملک میں متمثل ہونا، پورے کے پورے فطری طور پر نہیں بلکہ بحسب ضرورت اور اقتراب بالکائنات العلویہ ادریس علیہ السلام کی نسبت، اور اقتراب بالکائنات السفلیہ نوح علیہ السلام کی نسبت اور جن اور ہوا وغیرہ کی تسخیر سلیمان علیہ السلام کی نسبت۔

ان میں سے ہر ایک اپنے کمال اور اقتراب کی نسبت خاتم ہے اور اقتراب سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کی عین ثابت ان اشیاء سے مناسبت رکھتی ہے اور ان کے تمثلات انسیہ کو مہجور بنا دیتی ہے۔

نبوت کا مزاج پانچ قسموں میں منحصر ہے:۔

۱۔ التراکم اور یہ عبارت ہے صورت جو یہ سے، اسی کے ہم شکل ہوتی ہے صورت مزاج کی اور اس پر موقوف ہوتے ہیں کمالات ولایت کے اور اس قسم کے امام نوح علیہ السلام ہیں اور ان کا انداز نہیں ہوتا مگر ان اسماء کے ضوء کے ساتھ جو انبیاء کے سینے سے مَرَّۃً بَعْدَ اُخریٰ حادث ہوتے ہیں۔

۲۔ الاقربیت اور ہماری مراد اس سے یہ ہے کہ صورت جو یہ حکم عین کی انتہائی درجہ پر منقاد ہے اور عین غایت قرب میں ہے، اس نوع کے امام ابراہیم علیہ السلام ہیں اور اقربیت پر موقوف ہیں کمالات فطرت اور اس نقطہ سے فطرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف منسوب ہوگئی اور اس کی صحبت میں اطفال الناس رکھے گئے جیسا کہ معراج منامی کی حدیث میں آیا ہے (اس کو یاد کر)۔

۳۔ الصلابت اور یہ ایک ایسی صفت ہے کہ باقی صفات کے مقابلہ میں اس کا وزن اس اذعان کے وزن سے ملتا ہے جو قضیہ کی ہیئت جامعہ کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور یہ ذات واجب کی تمام تماثیل میں سے اقرب الی الذات ہے اس لیے یہ وحدت

لہ تب آپ غایت عصمت کے ساتھ معصوم ہوئے۔ خ۔ ق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور اس نوع کے امام موسیٰ علیہ السلام ہیں اور اس صلابت پر موقوف ہے تجرّفی الکمالات، اور مذہب ولایت میں کبھی کہہ دیا جاتا ہے کہ اس شخص کو جس کا مزاج صلابت والا ہو کہ موسوی المشرب ہے یہ اطلاق مجازی ہے اور دونوں کی صلابت میں بڑا فرق ہے۔

۴۔ السبوغ وہ ایک ایسا خلق ہے کہ امور غیر محسوسہ میں وہ قیمت رکھتا ہے جو محسوس چیزوں میں جمال شباب کی قیمت ہے۔ یہ جمال ایسا ہو کہ اس انسان کے لیے لازمی ہوتا ہے جب وہ عقلمند بڑے طبقہ والا اور لطافت کا مالک ہو اور قرب میں صلابت کی طرح ہو، اس پر موقوف ہیں کمالات انصباغ کے اور اس نوع کے امام عیسٰی علیہ السلام ہیں اور یہ چیز ان کو جبرئیل علیہ السلام کی پھونک سے حاصل ہوئی ہے اور اس لیئے معین ہوا ہے کہ نازل ہو کر دجال کو قتل کرے۔

۵۔ الامیت اور یہ ایک ہیئت ہے کہ اس کی نسبت باقی مزاجوں کے ساتھ ایسی ہے جیسے صورت جویہ کی نسبت ہے صورت مزاجیہ کی طرف ۔اس لیے ضروری ہے کہ جو اسم اس کے سینے میں طلوع کرے اس کا اطلاق بہت شدید ہونا چاہیے اور وہ نہایت شدت کے ساتھ قریب ہو۔ اس نوع کا امام اور خاتم سید المرسلین، شفیع المذنبین، وسیلۃ المقربین، سکینۃ الصالحین، المظہر الاعظم والاسم الافخم سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اس امیت پر موقوف ہے نبوت کی خاتمیت اس کے لیے نہ تو ہے نہ کوئی مزاج ہے سوار اس اسم مطلق کے، اس لیے ہم نے اس کو الاسم الافخم سے تعبیر کیا۔

آپ انبیاء سے خَلق اور خُلق دونوں میں فائق ہوئے[لے]
اور وہ آپ سے علم اور کرم میں قریب بھی نہ ہوئے

یاد رکھو کہ انبیاء کی سب اعیان ثابتہ پانچ قسموں میں منحصر ہیں (۱) پہلی قسم علم

لے اصل میں صرف عربی بیت لایا گیا ہے اور ترجمہ نہیں دیا گیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فعلی کی تمثال - یہ لفظ اولیاء کی اصطلاح ہے انھوں نے یہ نام اس کو اس لیے دیا ہے کہ وہ یہاں تک اپنے علم فعلی کے ذریعہ سے پہنچے تھے ہماری زبان میں اس مقام کو الحی القیوم کہتے ہیں، یہ انبیاء کی اصطلاح ہے ان کے قرب کے موافق، اس درجہ پر ابراہیم علیہ السلام پہنچے اجمالی حیثیت سے اور سید المرسلین پہنچے تفصیلی حیثیت سے، اس لیے ان کی امت کو کہا گیا ہے یہ مِلَّةَ أَبِيكُمْ ہے، اس لیے انھوں نے دعا مانگی وَابْعَثْ فِيهِمْ الآیہ اور اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "أَنَا أَشْبَهُ الْأَنْبِيَاءِ بِإِبْرَاهِيمَ" (میں جملہ انبیاء میں سے حضرت ابراہیمؑ کے زیادہ مشابہ ہوں) -

(۲) دوسری قسم شیون کی تمثال ہے اور یہ اسماء الٰہیہ کے اجمالی اقسام ہیں اس مرتبہ پر یعقوب علیہ السلام پہنچے اجمالی حیثیت سے اور موسیٰ علیہ السلام پہنچے تفصیلی حیثیت سے، اس لیے موسیٰ علیہ السلام اسرائیل کی ایک شرح مانے جاتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی ملت میں یہ بات مقرر ہوئی "وَحُرِّمَ فِي التَّوْرَاةِ مَا حَرَّمَ إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ" (یعنی جس چیز کو اسرائیلؑ نے اپنے اوپر حرام کیا تھا اس کو تورات میں بھی حرام بتایا گیا)

(۳) تیسری قسم ارادہ کی تمثال ہے اور یہ افاضہ بالفعل کا نام ہے، اس مرتبہ پر آدم علیہ السلام علیہ السلام پہنچے اس لیے وہ ابوالبشر بنے ــــ یہ تین قسم اسماء کے سلسلہ میں بدئیت[1] میں سے ہیں -

(۴) چوتھی قسم ثبوتیات ہیں اس مرتبہ پر جمہور انبیاء پہنچے ہیں جیسے یوسف علیہ السلام وغیرہ

(۵) پانچویں قسم سلبیات ہیں اور اس مرتبہ پر پہنچے ادریس اور نوح وغیرہ علیہم السلام۔

جان لو کہ یہ دو قسمیں جو ہم نے بتائیں باعتبار اصول کے ہیں ورنہ انبیاء میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ وہ خالص بدء سے تعلق رکھتا ہو اور نہ کوئی ایسا ہے جو خالص طور پر مزاجی حالت سے تعلق رکھتا ہو، ان کاملوں میں ایسے لوگ بھی ہو گزرے کہ

---

[1] عربی مطبوعہ ڈابھیل میں یہاں "البدع" عین سے لکھا ہوا ہے وہ غلط ہے، دراصل البدء ہمزہ سے ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک کمال کے امام ہوں اور خاتم بھی۔ اسے خوب یاد رکھنا۔

آدم علیہ السلام ان کا مبدأ تعین المرید ہے جو بنفسہ صدور کائنات کا مقتضی ہے اس لیے وہ ابوالبشر بنے، عالم صُوَر میں باپ خالق کا درجہ رکھتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی ہمت زیادہ متوجہ رہی اولاد پیدا کرنے میں، کھیتی میں، جانوروں کے بیج لینے میں اور یہ سب چیزیں صفت خالق کی تماثیل ہیں۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّهَا۔ ہمارے نزدیک ان کو اسماء سکھانے کا طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ان اسماء کی حقیقت کو ظاہر کردیا جن کے ملاپ سے یہ عالم پیدا ہوتا ہے اور ساتھ ہی عالم صوت کی وسعت سے ان کے لیے پردہ اٹھالیا (اور ان کو یہ بات سمجھ میں آگئی کہ) ہر جزئی کے لیے اس عالم صوت میں ایک صورت ہے۔ یہ جزئی مقدس ہو یا متدنس، موجود ہو یا معدوم سب برابر ہیں، اس کے بعد آدم علیہ السلام نے اپنی آواز کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے حروف بنائے اور وہ پیدائش کے لیے اصل کا کام دے سکیں، پھر انھوں نے بعض حروف کو بعض کے ساتھ ملایا تاکہ اس سے تخلیط پیدا ہو اس لیے آدم علیہ السلام کے صحف میں سے پہلا صحیفہ حروفِ تہجی ہیں۔

چونکہ وہ سبوغ کا وصف زیادہ رکھتے تھے خصوصًا بشر کے باپ بننے کی جانب میں تو اس کے حال کی قوت کا تقاضا یہ تھا کہ بعض حالات کے غلبہ میں اس کی تمام ذریت اس سے باہر نکلے اور جونسا واقعہ سامنے آجائے اسی کو وہ اپنے حال کے مطابق بنائیں اور بچہ اپنے باپ کی عین ثابتہ میں مندرج ہوتا ہے

شیث علیہ السلام ان کے تعین کا مبدأ الوہاب ہے اور یہ ارادہ کی جزئیات میں سے پہلی جزئی ہے۔ ان کی ہمت کا زور بھی اولاد پیدا کرنے اور کھیتی اور جانوروں کی بچہ کشی میں مصروف رہا اور یہ اپنے والد کے پورے قائم مقام تھے۔ اور ان کے کمال کی مثال تھے۔ ان کے والد کا مزاج ان میں زیادہ صحیح ہوگیا۔ ان کے کمالات میں سے جو انھوں نے خود حاصل کیے وہ تجلی ہے جو سلبیات پر ہوتی اور اس سے تراکم اور بڑھ گیا اور شیثؑ اس کے وارث تھے جبلی طور پر اور کسبی طور پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور جب کہ کمال سلبی متحقق ہوگیا اور آدمؑ اور شیثؑ کے واسطے سے وہ متقرر ہوا تو اس کے لیے یہی مناسب تھا کہ ایک ہو جائے (یعنی آدمؑ اور شیثؑ کے کمالات متحد ہیں یکساں ہیں انھوں نے کوئی نئی بات پیدا نہیں کی)۔

ادریس علیہ السلام ان کا مبدأ تعین السبوح ہے جو قدوس سے بھی مرتبہ میں بلند ہے۔ ان دونوں اسموں میں اس طرز کا فرق ہے جیسا کہ عدم اور سلب الوجود میں ہے اس لیے انھوں نے اپنی قوم کو ہلاک نہیں کیا جیسا کہ نوح علیہ السلام نے ہلاک کیا۔ ان کا مزاج بھی تراکم ہے مگر سلبی ہونے کی وجہ سے ضعیف ہوگیا ہے۔ انھوں نے جو کمالات خود حاصل کیے ان میں سے ایک ہے کائنات علویہ کے ذریعہ سے قرب الٰہی حاصل کرنا۔ اس میں ان کا مرتبہ بہت بڑا ہے اور وہ اس قسم کے قرب کے خاتم ہیں۔ (یعنی ان کے بعد پھر کوئی ان کے مرتبہ تک نہیں پہنچا) جب ان کے لیے کائنات کی مختلف شانیں یگانگت پیدا کر چکیں تو انھوں نے ان کے قلب کو اپنا وطن بنا لیا اور وہ شمس (سورج) تھا (یہ چوتھے آسمان میں ہے اس لیے ادریس علیہ السلام بھی چوتھے آسمان پر ہیں)۔

نوح علیہ السلام ان کا مبدأ القدوس ہے اور وہ السبوح کی تفصیل اور شرح ہے اس میں اضافت تدنسات کی طرف ہوتی ہے جو سبوح میں نہیں ہوتی، ان کا مزاج متراکم ہے، اس صورت تراکم کو سلبیت نے توڑا۔ ان کے کمالات مکتسبہ میں ایک تو تجلی ارادی ہے جس طرح آدم علیہ السلام کے لیے فطرت حاصل تھی اور دوسرا کائنات سفلیہ کے ذریعہ سے قرب حاصل کرنا جیسا کہ ادریس علیہ السلام علویات کے ذریعہ سے کرتے رہے اور یہ اس لیے ہوا کہ سبوح علویات کے مناسب ہے اور قدس سفلیات کے۔ اس لیے انھوں نے اپنی قوم کو ہلاک کر ڈالا، پھر اولاد پیدا کرنے میں اور کھیتی میں اور جانوروں کی بچہ کشی میں مصروف رہے۔ اور یہ دوسرے آدم مانے جاتے ہیں۔

ہود علیہ السلام ان کا مبدأ تعین سلبیات ہے نوح علیہ السلام کی طرح۔ انھوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ایک کمال حاصل کرلیاہے کمالات البدأ سے اور اسی سے علم التوحید حاصل ہوا ہے تو انھوں نے کہا ہے : اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔ ہمارے نزدیک وہ بدأ سے تعلق رکھنے میں خالص نہیں ہیں اور وہ متراکم المزاج ہیں۔ وَاللّٰہُ تعالیٰ اعلمُ بمراتبِ انبیاءِہٖ۔ (اپنے انبیاء کے مراتب کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے)۔

صالح علیہ السلام ان کا مبدأ اور کمال مکتسب ہیں، ہُود علیہ السلام کی طرح ہیں۔ تجلی اضافی ان کے لیے ایک حال کی شکل میں بن گئی اس لیے ان کی قوم کے شرور ناقہ (اونٹنی) کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ جیسا کہ ہم پہلے اشارہ کرچکے ہیں۔

قواعدِ کلیہ میں سے ہے کہ ہر نبی جو سلبی ہو وہ اپنی قوم کو ہلاک کرتا ہے اور اس کی دعوت زیادہ نہیں پھیلتی۔ اس قاعدہ کا عکس صحیح نہیں ہے۔ یہ سلسلہ تراکم اور سلب صالح علیہ السلام پر ختم ہوگیا۔ ان انبیاء کے لیے جو سلبی تھے اور متراکم تھے آخری نبی ہیں زمانے کے اعتبار سے۔

ابراہیم علیہ السلام یہ بڑے شاندار ہیں ان سے تعری کا سلسلہ شروع ہوا ہے اور ان سے ایجاب کا سلسلہ شروع ہوا ہے ان کا مبدأ تعین الحی القیوم ہے اجمالی حیثیت سے۔ ان کے مزاج میں ایک طرح کی تو صلابت ہے اور ایک طرح کا سبوغ، اگر ایسا نہ ہوتا تو ان کا کمال تام مکمل نہ بنتا اور اگر دونوں کمال صلابت اور سبوغ اس میں کامل ہوتے تو اجمال کی تمثال نہ بن سکتا اس لیے ان کے قلب پر قبض طاری ہوا تو اس کے ثقل کو کم کرنے کے لیے ایک بیٹا مانگا اور وہ اسے دیا گیا (یعنی اسماعیل علیہ السلام)۔

اسماعیل علیہ السلام یہ العلی کی تمثال میں سے ہے اس لیے ابراہیمؑ کے قلب میں پوری جگہ پکڑ گیا اور ابراہیمؑ کو انشراح خاطر حاصل ہوا۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ اس کے کسی وجدانی غلبہ کی حالت میں اس کی استعداد کی مناسبت کی ضرورت سے کہ ابراہیمؑ کے نفس سے اس کے کمال مطلق کی ایک تمثال ظاہر ہو اور ان میں اسماعیل علیہ السلام شریک ہوں۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام انسلاخ قوی کے مرتبہ پر پہنچے اور اپنے نفس سے بیت اللہ کو صادر کیا۔ یہ بیت اللہ عالم حس میں تمام متفرق اسماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے جامع کا متقابل ہے اور بہت سے لوگوں کے دلوں کو ادھر مائل کر دیا گیا ہے اس طرح پر جس طرح تفصیل اجمال کی طرف مائل ہوتی ہے ۔ یہ میلان عام لوگوں کے لیے تو امر تشریعی کے ذریعہ سے ہوا اور خاص لوگوں کے لیے امر استعدادی کے ذریعہ سے ۔ اس کے بعد ابراہیم علیہ السلام تفصیل کی طرف نیچے اتر آیا ۔ پھر اس کے دل پر دوسری دفعہ قبض کا غلبہ ہوا، اس لیے کہ ان کے کمال کی تفصیل کے لیے کوئی ضابطہ نہیں تھا تو ان کو بشارت دی گئی اسحاق علیہ السلام کی ۔

اسحاق علیہ السلام اور یہ العظیم کی تمثال ہے، اس کے بعد ابراہیمؑ کو انشراحِ قلب حاصل ہوا اور اسے حکم دیا گیا اس کے وجدانی غلبہ میں کہ وہ اپنے نفس سے ایک اور بیت جامع صادر کرے تو اس نے بیت المقدس بنایا ۔ (یہ ہمارے ذوق کا فیصلہ ہے کہ بیت المقدس کا بانی بھی ابراہیم علیہ السلام ہے اور یہی مراد ہے حدیث صحیح میں کہ کعبہ اور بیت المقدس کی بنا میں چالیس برس کا فاصلہ تھا) ۔

مذبوح ہمارے نزدیک اسماعیل علیہ السلام ہے اس لیے کہ وہ اسحاقؑ سے اجمال میں شدید تھا اور ذبح کی پوری حقیقت آگے بتلائی جائے گی ۔

خُلاصہ یہ ہے کہ اسحاقؑ منبع ہے کمال تفصیلی ابراہیمی کا اور اسماعیلؑ منبع ہے کمالِ اجمالی ابراہیمی کا ۔

یعقوب علیہ السلام یہ مبدأ ہے شیون کا اور اس لیے بنا ہے ابوالانبیاء اور ان کی اصل ان کی طرف نسبت کیا جاتا ہے ان کے اجمال کا حکم ۔ اس کو موسیٰ علیہ السلام سے وہی نسبت ہے جو ابراہیم علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ۔

یوسف علیہ السلام اس کی اصل الولی ہے اور اس میں جمال نے پورا جوش مارا تھا اس لیے جمال اس کے بدن میں ظاہر ہوا ۔ وہ یعقوبؑ کے لیے شرح نہیں تھا اور نہ رسل ۔ یہاں تک کہ یعقوب کے فیض سے اس کی تائید ہوئی اور یہ اس شفافیت کی وجہ سے ہوا ۔

عام لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ الولی کے لفظ کے لیے تین معنیٰ ہیں مشترک طور پر ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک ان میں سے اقرب ہے۔ دوسرا کسی کا متولی ہونا اور اسی لیے وصی اور والی اور سلطان کو ولی کہا جاتا ہے اور تیسرا معنی احب ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ اس کے لیے حقیقت میں فقط ایک معنی ہے اور وہ قرب ذاتی ازلی کہا جاتا ہے، اس کے لیے حُبّ بھی لازم ہے قرب بھی اور متفرع ہوتا ہے اس پر متولی ہونا، جس کو کبھی سیادت سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔

مطلق قرب ذاتی ازلی اور اس ولی میں فرق ہے جس سے یوسفؑ ظاہر ہوئے، اس لیے کہ ولی کے یہ معنی جمال در جمالی ہے اور یہ اس ہیئت جمالیہ کے ساتھ خاص ہے جو دوسری چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے جیسا کہ ہم نے الفت اور ہیمان کا فرق بعض موقعوں پر بتلایا ہےؔ تو یہ اس ولی کی شرح ہے جو یوسفؑ پر صادق آتی ہے اور وہ ولی جو یوسفؑ کے ولی کی تمثال ہے وہ ایک ہی چیز ہے اس سے بھی زیادہ لطیف اور زیادہ اونچی اور زیادہ روشن۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ۔ اس سے آپؐ کی مراد ہے بطن رابع میں یہ کہ تو وہ ذات ہے جس نے مجھے ولی بنایا۔ ای خلقتنی ولیًّا فی الدنیا والاٰخرۃ اور تو وہ ذات ہے کہ میں تیرے اسم ولی کی طرف سے ظاہر ہوا، یہاں تک کہ میں پیدا ہوگیا، موجود ہوگیا۔ اور دنیا و آخرت کی ولایت کے معنیٰ کو صادر کرسکا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دعا کے بطن خامس میں یہ دعا مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ ولی کے اسم سے دوسری دفعہ ظاہر ہو قریب قیامت کے تاکہ وہ شخص رنگ جائے دو اسموں سے، ایک اسم جامع محمدی، پھر اسم جامع عیسوی اس کے بعد کہ وہ شخص حکیم، معصوم، وجیہ تھا، تمام نشأت کے لیے محیط تھا، جمال میں متغلغل تھا، اس کے لیے ہاتھ پاؤں، زبان، دل، جمال کے سوا اور کچھ نہیں ہے تو اس طرح وہ یوسف

لہ یہاں متن عربی میں بعض الاقاویل الشرعیہ ہے جس کا ترجمہ بعض شرعی اقوال ہے۔ غ۔ ق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علیہ السلام کی شرح بن جائے گا اور اس کی شفافیت کے حقوق ادا کرے گا۔ یہ غوامض کے قلعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھول دے گا، علوم کے اقالیم کو تسخیر کریگا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسخیر کرے گا تو اس کے ذریعے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاس میں سکون پیدا ہوگا اور آپ کی آنکھوں میں ٹھنڈک آئے گی اور ہمیں امید ہے کہ اللہ نے آپؐ کی دعا قبول کر لی ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔ (ہمارا خیال ہے کہ اس کا مصداق شاہ صاحبؒ اپنے آپ کو سمجھتے ہیں۔ مترجم) اور ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ شفافیت کے ساتھ یوسف علیہ السلام لپٹ گئے ہیں تو سب انبیاء میں سے انھی کی خصوصیت بن گئی ہے اور یہ بذاتِ خود لحوق بالصالحین چاہتی ہے، جیسا کہ انھوں نے خود سوال کیا ہے۔ اور یہ تم سمجھ سکتے ہو کہ ہمارے سید اور مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کون صالح اتم شاناً واعظم برہاناً ہوسکتا ہے۔ اب اگر یوسف علیہ السلام کا کوئی خلیفہ ایسا نہ ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لاحق ہو جائے تو ان کی دعا کیسے قبول ہوئی۔

ایوب علیہ السلام ان کا مبدأ خالص نہیں ہے، مخلوط ہے۔ جو بات ہمیں ظاہر معلوم ہوتی ہے کہ یہ شیون کے تمثال میں سے ہیں، تھوڑی سی اس میں آمیزش بھی ہے، اس لیے بڑے امتحان میں ڈالے گئے۔ پھر بڑے امتحان میں ڈالے گئے۔

اور اسی طرح:

شعیب علیہ السلام بھی خالص نہیں ہیں، ان میں سلب کا ملاپ ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو ہلاک نہیں کیا مگر ان لوگوں نے اپنے آپ کو خود ہلاک کیا تو گویا وہی ان کے لیے خود مہلک بن گیا۔ اس لیے کہ یقرب الفرائض میں شدید درجہ کا قرب حاصل کرچکا تھا، پھر اس کے بعد امی بنا یا گیا۔

لوط علیہ السلام یہ بھی خالص نہیں۔ یہ ابراہیم علیہ السلام کی تخالیط میں سے ہیں جیسے شعیب علیہ السلام یعقوب علیہ السلام کی تخالیط میں سے تھا۔ انھوں نے بھی اپنی قوم کو ہلاک نہیں کیا بلکہ انھوں نے اپنے آپ کو خود ہلاک کیا کہ اس اہلاک کا عکس ان پر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑگیا اس لیے کہ قرب الفرائض کا قرب بہت شدت سے حاصل کرچکے تھے۔

موسیٰ علیہ السلام ان کا مبدأ ثبوتیات ہے، اس لیے تمام انبیاء سے لمبی کتاب کے مالک ہیں، سب سے علم میں زیادہ وسیع ہیں، ارشاد میں اشرف ہیں، ان سب سے بڑی امت رکھتے ہیں، ان سب سے مقامات میں زیادہ صلب (سخت) واقع ہوئے ہیں ان سب سے کمالات کو زیادہ کسب کرتے ہیں اس لیے ان کو جہاد کا حکم دیا گیا انھوں نے اُمت کو چلایا اعلیٰ درجہ کی سیاست سے، اور وہ انبیاء سے زیادہ مشابہ ہیں ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فنون الکمالات کے تبحر میں، مگر وہ خاتم الانبیاء نہیں ہیں۔

ہارون علیہ السلام حکمی نبوت رکھتے ہیں وہ اپنے بھائی کی مدد کرتے ہیں، وہ نرم ہوجاتے ہیں، جب موسیٰؑ متصلب ہوجاتے ہیں۔ موسیٰؑ کا مزاج بہت سخت صلابت رکھتا ہے۔

خضر نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ سکھا دیا کہ قرب نوافل میں بھی اس قسم کے مقامات ہیں جیسے قرب فرائض میں مقامات پیش آتے ہیں تو بچے کا قتل کرنا ایسا تھا جیسا کہ موسیٰؑ نے فرعون کو غرق کیا اور بلا اُجرت دیوار بنانا ایسا تھا جیسے انھوں نے شعیبؑ کی بکریوں کو پانی پلایا تھا اور خرق سفینہ ایسا تھا جیسا کہ موسیٰؑ کی والدہ نے ان کو دریا میں ڈال دیا تھا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ موسیٰؑ کے لیے بصورت نار (آگ) متجلی ہوا وہ ان کے مزاج کی تیزی اور اخلاق کی صلابت کا نتیجہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے روبرو باتیں کیں اس لیے کہ قرب الفرائض میں شدید الاقتراب تھے۔

اللہ تعالیٰ نے شعیبؑ کا ذکر موسیٰؑ کے قصے میں صراحۃً نہیں بیان کیا اس لیے کہ بدأ کی طرف سے وہ محوض نہیں تھے۔ (ان میں قرب فرائض کے اندر اہلاک کے وقت کافی بلندی آگئی)

یوشع اور شموئیل علیہما السلام بھی خالص نہیں ہیں۔

اور **الیاس علیہ السلام** متصلب ہیں موسیٰ علیہ السلام کی طرح، اس لیے ان کا اعجاز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آگ کو مسخر کرنا تھا۔ (اور عجائب و غرائب کے مالک تھے)۔

داؤد علیہ السلام ان کا مبدأ الملک ہے اور ان کا مزاج سابغ ہے۔ ان کے وارث سلیمان علیہ السلام ہوئے۔

اور سلیمان علیہ السلام تسخیر اور ملک کے خاتم تھے۔ ہمارے نزدیک وہ خاتم بالفعل بھی ہیں اور بالقوہ بھی۔

(وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ کا یہ مطلب ہے کہ حسن، جمال، حکمت کے معارف کو کسب کرنا اور جنایت کے معارج، یہ سب چیزیں ان کو حاصل تھیں۔)

شعیاہ اور یونس علیہما السلام دونوں محوض نہیں ہیں۔ اگر یونسؑ کی قوم طغیان نہ کرتی تو وہ قرب الفرائض کے غلبات میں رسول نہ بنائے جاتے)۔

زکریا اور یحییٰ علیہما السلام بھی محوض نہیں ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام وہ تمام انبیاء سے اونچی شان رکھتے ہیں، ان کی برہان قوی ہے، ان کا مزاج سبوغ ہے اس لیے ان کے تمام معجزے سبوغی واقع ہوئے ہیں، ان کا وجود بھی سبوغ کے طریقہ سے ہوا اس لیے وہ مستحق تھے کہ ان میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار منعکس ہوں۔

عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام جب زمین پر نازل ہوں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک ہو کر رہیں گے، ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اسم جامع محمدی کی ایک شرح ہیں اور ان سے نقل کیا ہوا ایک نسخہ ہیں تو اس کے اور امت کے ایک آدمی کے درمیان بڑا فاصلہ ہے۔ مگر یہ بات ضروری ہے کہ وہ قرآن کے تابع ہوں گے اور خاتم الانبیاءؐ کا اقتداء کریں گے اور یہ ان کے کمال میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا بلکہ ان کے کمال کی تائید کرتا ہے اسے اچھی طرح سمجھ لو۔ اور بذاتہ یہود کے شرور کا ختم کرنے والا ہے۔ اس لیے وہ قیامت سے پہلے نازل ہوں گے۔ اور اس کلام کا تتمہ آگے آئے گا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم وہ تفصیلی حیثیت سے الحی القیوم کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمثال ہیں وہ تمام وجوہ کے جامع ہیں، ان میں سبوغ اور وسعت پائی جاتی ہے۔ اس لیے تمام کمالات میں متبحر نکلے اور نبوت کو ختم کر دیا۔ ان کا فضل باقی تمام انبیاء پر کئی وجوہ سے ہے: (۱) ان کی عین ثابت کی ہیئت (۲) ان کی امیت (۳) ان کے دل سے طلوع کرنے والے اسم کی جامعیت۔ اور آپؐ نے یہ جو فرمایا کہ لاتفضلونی علی یونس بن متی (مجھے یونس بن متی پر فضیلت مت دو) اس کا معنی ہمارے نزدیک بہت گہرا ہے اور اس راز کا کشف یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب رسُل کی اعیان ثابتہ میں تجلی فرمائی اور اس تجلی کی وجہ سے شرع کا حکم منتظم ہوگیا تو تمام شریعتیں حقیقت اور ثبات کے درجہ پر آگئیں، ایک دوسرے پر کسی کو فضیلت نہ رہی مگر کمالاتِ ازلیہ میں۔ اب ہر نبی کو جو حکم دیا گیا ہے سب حق ہے اس کی حقیقت میں کوئی شک نہیں اگرچہ اختلاف اعیان کے حساب سے ان کی تلقی من اللہ مختلف ہے۔

خلاصہ یہ رہا کہ حقیقت شرائع اور تلقی من اللہ احقیت کے اعتبار سے ان میں تفاضل منتفی ہے فقط اعیان کی استعداد کے حساب سے تفاضل موجود ہے۔ اس کی مثال زید، عمرو، بکر ہیں جو انسانیت میں متفق ہیں اور انسان کا اطلاق یکسانی سے ان پر صادق آتا ہے اگرچہ وہ اعیان ثابتہ میں اولاً مختلف ہوئے اور اس اختلاف کے مقابلہ صفات میں ثانی دفعہ۔ پس انسانیت نشأت قریبہ ہے اور اعیان نشأت بعیدہ اسی طرح انبیاء کے سینے سے طلوع کرنے والے اسماء کی حیثیت سے نشأت اوامر نشأت قریبہ ہے اور اعیان نشأت بعیدہ ہیں اور اعیان اس میں ہی تفاضل ہے نہ کسی اور چیز میں۔ پس یہ حدیث اور تفاضل کی حدیثیں اس طرح جمع ہوگئیں جیسے حدیث "لا عدویٰ ولا طیرۃ" اور حدیث "فمن اعدی الاول" میں توافق تھا۔

اس باریک راز کے سبب سے ہم نے مَا نَنْسَخْ مِنْ آیَۃٍ اَوْ نُنْسِہَا کو ایک خاص معنی پر حل کیا ہے جس کا ذکر اقاویل شرع کے باب میں آجائے گا۔

تجھ پر لازم ہے کہ یہ بات جان لے کہ حکیم کے لیے تو وسعت ہوتی ہے قرب وجود کی جانب میں اور ولی کے لیے وسعت ہوتی ہے قرب فرائض میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور بعض انبیاء ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بنفسہٖ نبی تھے اور ان کے عین کا تقاضا بھی تھا اور بعض ایسے ہیں کہ وہ قوم کی زیادتی کی وجہ سے نبی بنائے گئے۔ اور یہ اس طرح ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس نبی کے عین میں تجلی فرمائی اور ان لوگوں کی حالت یہ تھی کہ وہ عذاب کے کنارے پر پہنچ چکے تھے تو اللہ نے اپنے وجوب کے تقاضے سے اس نبی کو حکم دیا کہ ان کو حکم پہنچائیں اور ان کے لیے بددعا کریں اور ان سے جھگڑیں۔

یہ مشہور ہے کہ کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا مگر چالیس کی عمر کے بعد، اور ہمارے نزدیک یہ بات موقع کی نہیں ہے۔ یہ بھی مشہور ہے کہ نبی کو معجزہ ضرور دیا جاتا ہے ہمارے نزدیک یہ بھی قاعدۂ کلیہ نہیں۔ بلکہ ضروری فقط اتنا ہے کہ اتنی چیز دی جائے جس پر بشر ایمان لاسکتے ہوں چاہے وہ کوئی برہان ہو یا معجزہ ہو یا کتاب ہو یا اخلاقی نمونہ ایسا کہ عام لوگوں کے اخلاق وہاں تک نہ پہنچ سکتے ہوں۔ (ان چار چیزوں میں سے کوئی ایک چیز کافی ہے) اور نبی اظہار معجزات میں اسماء الٰہیہ کی دعوت سے تمسک کرتا ہے۔

یہاں ایک مشکل مسئلہ ہے کہ انبیاء کی طرف وحی آتی ہے ہر زمانے میں نئی شریعت لے کر۔ اور اللہ سبحانہٗ اس کا حکم دیتا ہے، اور اللہ پر تجدد اور تقضی محال ہے۔ مذہب حکماء میں اس سے چھٹکارے کا راستہ یہ ہے کہ شرع کا حکم دینے والا ان انبیاء کے لیے اسم حادث ہے یعنی اللہ کا وہ اسم جو رسول کی عین ثابت میں متجلی ہوا، جیسے تو نے تفسیر قرب الفرائض میں سمجھ لیا ہے اور وہ لباس پہنتا ہے صورت امکانی کا اس لیے تجدد اور تقضی اس کے لیے صحیح ہے۔

قال اللہ تعالیٰ: مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ [1] اللہ سبحانہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان کیا کہ کلام اللہ تین طریقوں میں منحصر ہے۔ ۱۔ نبی کے لیے اسماء

---

[1] آیت ۵۱ سورۃ الشوریٰ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اللہ منکشف ہوں وہاں سے وہ احکام کا تفطن کرے اس کو وحی کہا گیا ہے، اس کا معنیٰ ہے خفی اشارہ ۲۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی قوت مدرکہ میں متمثل ہو، قال اللہ تعالیٰ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ۔ (الآیۃ[1]) یہاں عالم تخلیط کے شرور کو شیطان کہا گیا ہے۔ ہر اس شخص کے لیے جو قرب الٰہی حاصل کرتا ہے اس کی جسمانیت میں ایک طرح کی تخلیط پیدا ہوتی ہے تو اس کے سینے میں وسوسہ پیدا ہوتا ہے جو ذوق سے تشابہ رکھتا ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد وہ مضمحل ہو جاتا ہے۔ اس وسواس کے ازالے کو نسخ کہا گیا ہے۔

حضرت ابن عباسؓ نے اس آیت کی قراءت میں "ولا محدث" کا لفظ اضافہ کیا ہے اور اس کی مثل ابتدائی مومن آل فرعون کی ہے اور انطاکیہ کے اس عالم کی ہے جس نے کہا تھا "وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ"۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تم سے پہلی امتوں میں کچھ لوگ گزرے ہیں جو نبی نہیں ہوتے تھے، میری امت میں اگر کوئی آدمی ویسا ہے تو وہ عمرؓ ہے۔ اخرجہ الشیخان (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے) اقول (میں کہتا ہوں): محدث کا لفظ دو معنوں پر بولا جاتا ہے: پہلا وہ شخص جو صحابہ کے قرب کی طرح قرب حاصل کرے اور نبی کے سینے میں جو اسم متجدد طلوع کر رہا ہے اسی سے اس آدمی کی عین ثابت اور جمیع تمثلات رنگین ہو جائیں اور عمرؓ اسی جماعت کے آدمی تھے۔ دوسرا وہ حکیم انسان جو حکمت میں بہت وسعت رکھتا ہے۔ آخری درجہ وہ قرب الفرائض میں مضمحل ہو گیا اور اس کے مقامات انبیاء کے مقامات کی طرح ہیں، عصمت ہے، حکمت ہے، دعوت ہے، تبلیغ ہے، بُرے اعمال اور عقائد سے مزاحمت ہے مگر اس کی طرف وحی نہیں آئی اور ملائکہ کا قرب اسے حاصل نہیں ہوا مگر بہت ضعیف،

یاد رکھنا، وہ حدیث جس میں بہت زیادہ انبیاء کا بیان آیا ہے اس سے مراد محدث اور غیر محدث دونوں ہیں۔ اس میں مرسل اور نبی ہم معنی ہیں۔ جو حکیم متبحر ہوگا

---

[1] آیت ۵۲ سورہ الحج۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ضرور ہے کہ وہ محدث ہو۔

ہم نے قرب الوجود کو علیحدہ درجہ دیا ہے تاکہ ان مقامات کا پورا حق ادا کر دیا جائے (جو اس کی عین کی خلوت کے اوقات میں اس کے لیے حاصل ہیں)۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) مؤمن کی رؤیا نبوت کے چالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ اخرجہ الشیخان (اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا) اور اس طرح نبوت کے اجزاء میں سے سمتِ صالح کو شمار کیا ہے۔

اقول: ہر ایسی چیز جامع جس کے بہت سے شعبے ہوں اور تمثلات ہوں تو شارع کی عادت یہ ہے کہ وہ ان سب کو اس کے اجزاء بنا دیتا ہے جیسا کہ فرمایا، "الایمانُ بضعٌ وسبعون شعبۃ" تو اس حدیث میں جو مقصد ہے وہ یہ ہے کہ رؤیا حقیقت میں قرب الفرائض کی تفریعات میں سے ہے اور الھدی الصالح عصمت کے آثار میں سے ہے۔

اور یہ جان لو کہ جس قدر قرب کے لیے انبیاء مبعوث ہوئے وہ ایمان حقیقی ہے اور اس کی تفسیر ہے اس فطرت کا ظہور جس پر اللہ نے اپنے بندوں کو پیدا کیا ہے اور دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے گا۔ اللہ نے اپنے بندوں کو جو کچھ الہام دیا ہے اس کا ظاہر ہونا۔

الہام سے مراد وہ الہام ہے جو ہر مزاج کے مطابق اجمالی طور پر دیا جاتا ہے۔

الخضر یہ اولیاء میں سے ہے اور قرب النوافل کا مقترب ہے۔

لقمان یہ ایک حکیم ہے، اس کا راستہ حکمت، وجاہت اور عصمت کا راستہ ہے۔

اللھم الحقنی بالصالحین واجعلنی من ورثۃ النبیین
برحمتک یا ارحم الراحمین۔

© rasailojaraid.com